بلوچی رزمیہ شاعری میں طنز و تشنیع کی نوعیت

ڈاکٹر عبدالخالق بلوچ
شعبہ اردو جامعہ بلوچستان کوئٹہ

اس دور کی رزمیہ شاعری کی ایک خصوصیت طنز و تشنیع بھی ہے۔ جسے میر گل خان نصیر بلوچی لفظ "شگان" سے تعبیر کرنا بہتر قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان کی رائے میں یہ لفظ طنز سے زیادہ تہ دار ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ "بلوچی کی تمام رزمیہ شاعری شگان یا طنز سے بھری پڑی ہے، البتہ متقدمین پر جو طنز کیا کرتے تھے وہ بلیغ ہوتی تھی لیکن متاخرین کے کلام میں بلاغت کی بجائے چھچھورا پن آگیا، جس سے قبائلی دشمنی اور باہمی کشت و خون میں شدت آگئی (۱) ان کی دی ہوئی تمام مثالوں کو تو طنز کے ذیل میں نہیں رکھا جاسکتا، تاہم کچھ مثالیں اچھی ہیں۔ جیسے:

گوئشنت	کہتے ہیں کہ:
جاکر شیہک چو سرء سولنت	شیہک کا بیٹا جاکر سرو کا ایسا درخت ہے
من بن ء خشک و من ء سر سبز نت	جس کا تنا خشک اور اوپر کا حصہ سرسبز رہتا ہے
شاھے مں ہندو شاھے مں سندھ ہنت	ایک شاخ ہند میں اور ایک سندھ میں ہے
شاھے من دلی ء بدرنگ ء انت	ایک شاخ دلی کی ڈھلوان تک ہے
چیئر بنی دیوان و مراگاہ انت!	زیر سایہ محفل جمتی اور اجلاس ہوتے ہیں
تراگڈتہ منی پولانیں تبر زین ء	تجھے میری فولادی کلہاڑی نے کس طرح کاٹا
کپتگے گونر پاندء گونریم دیمء	سیرے سامنے سینے کے بل پڑے ہو
نے گوا تہت بارت و نہ بارت ٹیلنیت	نہ ہوا اڑا سکتی ہے نہ سیلاب بہا سکتا ہے

(۱) بلوچی رزمیہ شاعری (میر گل خان نصیر ص ۷۰

گون منی و بیلانی رہء ترسے — اب میرا اور ساتھیوں کا راستہ روکا (تو)
کیشگی کپانت بگما شان — تربوز کی طرح تیرے ٹکڑے کاٹ ڈالوں گا

اس میں کوئی شک نہیں کہ میر گوہرام کا طنز یہ لہجہ بھی شائستہ سا رہتا ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ کہنا کہ "یہ ہر حال میر جاکر کی طرف سے تلی کی لڑائی میں جو نامور رند کام آئے میر گواہرام نے نام لے لے کر ان کا ذکر کیا ہے۔

یہی بلوچی شاعری کا خاصہ ہے کہ واقعات کے بیان میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ شاعر جس طرح اپنے قبیلے کے بہادروں کی تعریف و مدح کرتا ہے۔

اسی طرح مخالف قبیلے کے بہادروں کی تعریف و مدح کرتا ہے (۱) درست نہیں ایک نظم یا معدودے چند نظموں میں ملنے والی کسی خصوصیت کی تعمیم کرکے پوری شاعری پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہوسکتا۔ افراد کی "تعریف و مدح" زیادہ تر انہیں کسی صفت سے متصف کرنے تک محدود رہتی ہے۔ حریفوں کو کمزور اور بزدل دکھایا جائے تو ہیرو کی بہادری اور ممتاز کرنے اور زیادہ سے زیادہ بتانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حریف کو بھی بہادر بتایا جائے۔ کمزوروں کو زک پہنچانا یا شکست دینا بہادری نہیں۔ شجیعوں اور بہادروں کو شکست دینا یا ہلاک کرنا ہی صحیح معنوں میں دلیری ہے۔ میر صاحب نے مثال دی ہے، اس سے میر گوہرام کے تفاخر کا اظہار بھی ہوتا ہے اور دلیری کا بھی۔

کشتگ من ناماني ملک میربان
گون حاجی شیہک و ہومر گواہرام
گوں حسن د شنکی کہ تہ ئیں بچان
گوں ہر دو سراہان پہلوانینان
منی دل ء سکیں در گلگے گوئستہ
عالی گوں بوریں گنگرہ کشتہ

یعنی میں نے نامور ملک میر خان کو مار ڈالا اور حاجی شیہک کو گوہرام کے بیٹے عومر کو، حسن دشتک کے نو بیٹوں کو اور دونوں سہرابوں کو جو بڑے بہادر تھے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک میرا دل اس وقت شدت سے دھڑکنے لگا جب میں نے حالی کو اس کے شوخ گھوڑے سمیت مار ڈالا۔

میر جاکر اور میر گوہرام کی نوک جھونک کے سلسلے کی نظمیں یا "پسوی شیئر شگان یا طنز و تشنیع، تفاخر اور انانیت کی مظہر ہیں۔ ان میں دل کا بخار نکالا گیا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کے بعد کہی گئی ہیں۔ گوہر کے شتر بچوں کا انتقام لینے کے لئے میر جاکر نے گاجان کے قریب میر گوہرام کے اونٹوں کے گلے پر ہلا بول دیا۔ کئی اونٹ ہلاک کر دیئے، ساربان کے ہاتھ کاٹ دیئے اور کئی اونٹ اپنے ساتھ لے گیا۔ گوہرام نے جوابی حملہ کر کے بچے کھچے اونٹ چھین لئے اور کچھ دن بعد جاکر کو چھیڑنے کے لئے ایک ڈومب کے ذریعے ایک طنزیہ نظم بھیجی۔

مائیکا بل بوں، برھنگیں ڈنے	ایک دن چٹیل میدان میں ہم ٹکرائے
گور چریں ڈنائی سلاکاتے	جو ہرنوں کی چراگاہ تھا
آسرو ایبتوں نہ ئت چوشیں	ہم کو یہ امید نہ تھی کہ
یسرء کائنت رند ڈومبا کی	رند اور ڈومبکی ساتھ ہوں گے
بھنجر و جتوئی تنادالی	بھنجر اور جتوئی بھی ہوں گے
ماجتہ جانپولے بدیانء	ہم دشمن پر جھپٹے
اش ھموھلکء ھوں وتی گپتہ	اس سے خون کا انتقام لے لیا
جاکرء شے شہ گوری بوتکہ	جاکر درخت سے ٹہنی توڑ کر
دانگی وسلئے پرا گوکان	بیلوں کو ہانکا کرے
سیرو گمین گاؤمیشاں بجارینی	سرمئی بھینسوں کو چرائے
دکھوان ریحان حسن منتی	ریحان حسن اس کے لئے دودھ بلوئے

دستی شہ بازیں چیگاں ریش بنت | اور اس سے اس کے ہاتھ میں زخم ہو جاتیں گے
آکھراں کو ھوہارت پہ آھیرء | کو ھو اس کے لئے لسی مانگ لائے
پھر نہ بندیت پر تشنگین ستان | اب (جاکر) مجلسوں میں بیٹھ کر
آمزں پادینکن جن ءزرکان | جھانجھروں والی بیوی کے سامنے شیخی نہیں بگھارے گا۔

ڈیمز نے اس بیلڈ کے دو (Version) دیئے ہیں، جو اس سے مختلف ہیں۔ میر صاحب کا حوالہ پہلے Version کی نظم سے زیادہ قریب ہے۔

گوہرام کی یا اس سے منسوب نظمیں شاعرانہ اعتبار سے چاکر کی (یا اس سے منسوب) نظموں کے مقابلے میں بہتر نظر آتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ میر چاکر کی نظموں میں بھی اچھی اور قریب الفہم تشبیہیں ہیں۔ مثلاً:

تو گشتہ گوری پر شنگیں رمبان | ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے
یا تو مچلے س گوش بن ءوارتے | تو نے میرے شیر جیسے پنجہ کا تھپڑ کھایا
سر تھاں بیتے چو کر گیں مادھیان | (اور) چکرا کر بھیری کی طرح بھاگے۔

کنائے کی بھی اچھی مثالیں مل جاتی ہیں:

ٹو پوء بورین جادرء جلے | اپنے مٹیالے رنگ کی چادریں ٹو بہ جمع کرتے ہو

گوہرام کے یہاں طنز کی کاٹ میں شائستگی بھی ہے، تشبیہات و استعارات کا برمحل، عام فہم استعمال بھی، جذبات کی فراوانی بھی اور زور بیان بھی
مثل کہ جو بُشں ءکھکرء رستاں | میں ساون کی گھٹا کی طرح اٹھا
تنی سرء تو پھانی ابر پرشتاں | طوفان کی طرح تجھ پر ٹوٹ پڑا
نو وتی ساہ پہ ارجنتگ زیتے۔ | تو نے کھینچ تان کے اپنی زندگی مجھ سے چھین لی

"اپنی جان بچانے" کے لئے، کھینچ تان کے (کسی نہ کسی طرح) اپنی زندگی چھین لینا، کتنا نادر اسلوب ہے! جس نظم سے یہ مثال دی ہے، وہ پوری کی پوری "شگان" یا طنزیہ شاعری کی اچھی مثال ہے، اس میں اسلوب کی ندرت بھی ہے، اثر اور دل آویزی

بھی۔ ایک اور نظم میں گوہرام کہتا ہے کہ:

منگیں گر کی اش پد اگندیت	تم تکتے ہو۔ [illegible] یے کی طرح مڑ مڑ کی دیکھتے رہے
ہر دپارے مں بمشریں سیوی	اب سبی کی [illegible] میں
جاکر! پہ زندانے گھمے زیریت	جاکر! ایک ایک لقمہ دکھ کے ساتھ اٹھاتے
جاکر! نیں بروھما ملک ء کہ گوئن پشنت	جاکر! بہتر ہے کہ تم ان علاقوں میں چلے جاؤ جہاں گوئن پکتے ہیں
ہما لڑوائی شیر گت گواہ بنت	آلڑووں کا شیرہ
مں دپ و دیم و برتگیں ریشاں	تمہارے چہرے اور گھنی داڑھی پر چپک جائے اور افلاس کی گواہی دے
چک شریک بے گوں جت و گنو پانگاں	ساربانوں اور گوالوں کے ساتھ شریک ہو (رشتہ کرو)
ذالت پہ جاموٹی بگالانت	تمہاری بیویاں جاموٹی میں باتیں کریں
چکاں پہ جدگالی بلیلانت	بچوں کو جدگالی زبان میں لوریاں دیا کریں

رندوں اور لاشاریوں کی جھڑپوں اور لڑائیوں کی ہلکی سی جھلکیاں پیش کرنے والی جن پانچ نظموں کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے، ان سے چار میں رزمیہ کی کوئی خصوصیت نہیں ملتی۔ کسی بھی واقعہ کی جزئیات کے صحیح انتخاب یا جزئیات نگاری کی کوئی مثال نہیں ملتی اس کے برعکس میر جاکر اور میر گوہرام کی نوک جھونک سے متعلق جو "پسوی شیئر" یا جوابی نظمیں ملتی ہیں، ان میں طنز گوئی کی اچھی مثالون کے لئے قطع نظر جزئیات نگاری بھی ملتی ہے۔ محولہ بالا پانچ نظموں سے پہلی میں ہرات میں میر جاکر کی آزمائش کے کچھ واقعات ضرور بیان ہوئے ہیں۔ شیر سے لڑائی کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

شیئر پان دھر نیں شیر بوتکہ	شیر کے رکھوالے نے خونخوار شیر کو کھول دیا
شنگوئر جاکروشانگوئر شیر	اس طرف سے جاکر اور اس طرف سے شیر
ڈیک وار تنت مزار و نر شیر	شیر ببر اور شیر نر ٹکرا گئے

سردار ء کنگ زھمبازی	سردار (چاکر) نے تلوار کے کرتب دکھائے
چونیں درھنزک مہمان ء تیگھ	اس طرح تلوار سونت کرماری
زشیر کو ٹیک ء کپتہ	(کہ) شیر دو ٹکڑے ہوکر
میر ء موزگاں لالیناں	میر (چاکر) کے سرخ موزوں پر گرا
میر چومنگھ ء اوشتاتہ	میر پہلوانوں کی طرح کھڑا رہا
ترکی لشکر ء بھیم زرتہ	ترکی لشکر میں ہراس پھیل گیا

یا بھڑکنے اور کسی کے قابو میں نہ آنے والا گھوڑا چاکر کے پاس لایا گیا تو اس طرح بیان ہوا:

چار ء داشت گنت زونگ وآگاں	چار آدمیوں نے اس کی باگیں تھامی ہوئی تھیں
ہشت ء گپتنگ پاد کشاں	آٹھ نے پچھاڑی کی رسیاں
ہپت ء میخ کتہ دستکشاں	سات نے اگاڑی کی طنابیں پکڑی ہوئی تھیں
اٹھ گانہ بیت سنج ورزاگ	اس کے باوجود وہ قابو سے نکلا جارہا تھا

ڈیمز کی دی ہوئی نظم میں مصرعے خاصے مختلف ہیں۔ تاہم مندرجہ بالا مثالوں میں جزئیات نگاری کا اچھا حق ادا ہوا ہے اور واقعہ نظر کے سامنے کھنچ جاتا ہے چاکر اور گواہرام کی نوک جھونک سے متعلق نظموں میں بھی واقعہ نگاری کی اچھی مثالیں مل جاتی ہیں۔ مثلاً:

میر چاکر: تو کنتہ گوری پر ششگیں رمبان
اش پدا دلدلی گونڈلاں وارتے
مں سگونڈاں و بزترین جاھاں
رمبے اش دابانی کلاٹ زرتے
گینت من مولائی دپ ء کشتی ء

یعنی ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہوئے تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ پیچھے سے

رندوں کی خدنگیں اپنی پشت اور موٹے کولھوں پر سہتے ہوئے واہانی کے قلعہ سے جو تم بھاگے تو موڈ کے دبانے پر سانس لینے کو رکے۔

گوہرام: جا کر! شہ جھونیں کھنڈ گاں بر زبیت

کوشتی مں درچکانی بزیں سای ء

منتگیں گر کی اش پدا گندیت

ہر دپارے مں مھشریں سیوی

یعنی جا کر! اس دن تم گہری کھائی سے اوپر کی طرف چڑھ کر بھاگے اور پھر درختوں کے گھنے سائے میں تھکے ہوئے بھیڑیے کی طرح ٹھہر کر پیچھے مڑمڑ کر دیکھتے رہے اور اب تم سیوی میں دکھ کا لقمہ کھاتے ہو۔

گوہرام: بورت پہ ڈور ء نیمگ ء تاچینیت

جو گڈ ء سر پرتے ء سری ور ننگ ء

نیلگیں گو رمانی بن ء کپتے ء

چو بٹ ء بیگاں دراں بیتی

اپی شہ سبزیں ستن ء پٹنت

شہ کیاھانی ہار گیں چیلاں

شہ سگار ء تئی زر بتسمیں مشت ء

یعنی تم نے اپنا گھوڑا ندی کی طرف دوڑایا اور پہاڑی دبنے کی طرح اونچی چٹان سے تم چکرا کر گرے نیلے پانی کی جھیل میں۔ تم تہ میں پہنچے اور مرغابی کی طرح ڈبکیاں لیتے رہے۔ جب تم باہر نکلے تو تمہاری سبز رنگ کی شلوار سے تمہاری قبا کی شکنون سے اور تمہارے تلوار کے چاندی منڈھے ہوئے ہتھے سے پانی ٹپک رہا تھا۔

میر جا کر! شہ منی شماتاں مزاریاں

تا بے مں چیپیں گوش بن ء وار تے

پا گت برانی اش سرء کپتہ
اش نیلاں و تنگ دہیں گٹاں
من تراسوئی ڈھورداتاں

یعنی میرے شیر جیسے تھپڑ سے جو میں نے تمہاری بائیں کنپٹی پر مارا تھا تمہاری ریشمی پگڑی گر پڑی۔ میں نے تمہیں پہاڑی ندیوں اور تنگ گھاٹیوں سے سیوئی کی طرف مار بھگایا۔

میر گل خان نصیر نے نوک جھونک کے ضمن میں جو "پسوی شیئر" دیئے ہیں ان میں واقعہ نگاری میں ایسی جزئیات ملتی ہیں جن سے واقعات کی اچھی خاصی لفظی مصوری ہوجاتی ہے۔ ڈیمز نے جو بیلڈ دیئے ہیں، ان میں ایسی مثالیں کم ہیں۔ مصرعوں میں اختلاف ہی نہیں بلکہ تعداد میں بھی فرق ہے۔

شاہداد چاکر سے منسوب نظم "دہلی کی لڑائی" ہمایوں اور سکندر سوری کی جنگ ۱۵۵۵ء کے بعد لکھی گئی تھی۔ ڈیمز نے اسے چاکری دور کی نظموں کے ساتھ Earlier Period کے زیر عنوان رکھا ہے اور میر گل خان نصیر نے متقدمین کے دوسرے دور میں۔ حالانکہ وہ ۱۵۵۰ء اور ۱۸۳۰ء کے درمیانی دور کو متوسطین کا دور قرار دیتے ہیں۔ متقدمین کے دوسرے دور میں پڑزند اور دودائیوں کی چپقلش سے متعلق (آٹھ) نظموں کو بھی شمار کیا ہے۔ بالاچ کی انتقامی سرگرمیوں سے متعلق نظمیں متقدمین کے دور میں شمار ہوئی ہیں۔ مزاریوں اور جمالیوں کی جھڑپ، ٹبی، لنڈ، گورچانی، دریشک اور مزاریوں کی لڑائی، مزاریوں اور گورچانیوں کی جھڑپ، جتوئیوں اور مزاریوں کی آویزش، مریوں اور موسیٰ خیل، دریشک اور بگٹیوں، کھوسوں اور لغاریوں کی لڑائیوں سے متعلق نظموں کو میر گل خان نصیر نے اہمیت نہیں دی اور انہیں نظر انداز کردیا۔ ان سب کا تعلق انیسویں صدی سے ہے۔ میر صاحب کے قائم کردہ ادوار کی رو سے ان میں سے چند متوسطین کے آخری دور میں اور باقی متاخرین کے دور میں رکھی جاسکتی ہیں۔